12 ستمبر 1961

از عدالت الاعظمی

توری سنگھ

بنام

ریاست اتر پردیش

(کے۔این۔وانچو، کے۔سی۔داس گپتا اور جے۔سی۔شاہ، جسٹسز)

فوجداری مقدمہ۔ خاکہ نقشہ۔ سب انسپکٹر کو گواہوں کے بیانات کی بنیاد پر رکھے گئے نشانات ۔ ضابطہ فوجداری، 1898 کی قبولیت۔(V آف 1898)، دفعہ 162۔

قتل۔سزا۔باپ کے اکسانے پر بیٹے کا قتل موت کی سزا، اگر نامناسب ہو۔

متوفی اپنے کھیت میں جا رہا تھا اور ایک پلیٹ فارم سے گزرا جس پر ٹی اور اس کے والد بی بیٹھے ہوئے تھے، ٹی نے اپنے ساتھ ایک پستول بھی رکھی تھی۔ جیسے ہی وہ پلیٹ فارم سے گزر رہا تھا بی نے ٹی کے متوفی کو گولی مارنے کے لئے اکسایا اور ٹی نے اسے گولی ماردی۔ٹی اور بی کو قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا اور عینی شاہدین کی گواہی اور متوفی کے موت سے پہلے کے بیان کی بنیاد پر سزا سنائی گئی تھی۔ بی کو عمر قید کی سزا سنائی گئی اور ٹی کو موت کی سزا سنائی گئی۔ درخواست گزار نے دلیل دی کہ اگر متوفی اس مقام پر ہوتا جس پر سب انسپکٹر نے نقشے پر نشان لگایا ہوتا تو اسے عینی شاہدین کے بیان کے مطابق چوٹیں نہیں لگ سکتی تھیں۔ ٹی پر مزید زور دیا گیا کہ ٹی کی سزا کو عمر قید میں تبدیل کیا جانا چاہئے کیونکہ اس نے اپنے والد کے زیر اثر کام کیا تھا۔

انہوں نے کہا کہ سب انسپکٹر کی جانب سے گواہوں کے بیانات کی بنیاد پر خاکے کے نقشے پر لگائے گئے نشانات ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162 کے تحت ناقابل قبول ہیں اور درخواست گزار ان کا استعمال اس بات کے لئے نہیں کرسکتا کہ متوفی کو عینی شاہدین کے بیان کردہ انداز میں مارا جاسکتا ہے اگر وہ خاکے کے نقشے پر نشان زد مقام پر کھڑا ہو۔

بھاگیرتھی چودھری بنام کینگ امپرر، اے آئی آر 1926 کلکتہ 550، ابرا اکنڈا بنام امپرر، اے آئی آر 1944 کلکتہ 339 اور سانتا سنگھ بنام ریاست پنجاب، اے آئی آر 1956 ایس سی 526 کا حوالہ دیا گیا ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ ٹی پر سنائی گئی موت کی سزا میں مداخلت میں کوئی وجہ نہیں تھی۔ ٹی 25 سال کا بالغ شخص تھا اور پستول کے ساتھ تھا اور واضح طور پر اپنے والد کے ساتھ قتل کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ اگرچہ اس نے اپنے والد کے اکسانے پر گولی چلائی، لیکن اسے اپنی جوانی میں ایک نوجوان لڑکا نہیں سمجھا جاسکتا تھا جو مکمل طور پر اپنے والد کے زیر اثر تھا۔

فوجداری اپیلیٹ کا دائرہ اختیار : 1961 کی فوجداری اپیل نمبر 38۔

الہ آباد ہائی کورٹ کے 28 اکتوبر 1960 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے 1960 کی فوجداری اپیل نمبرات 1310 اور 1389 اور 60 میں سے 80 کا حوالہ دیا گیا تھا۔

اپیل کنندگان کی طرف سے جی بی اگروال اور کے پی گپتا۔

جواب دہندہ کے لئے جی جی ماتھور اور جی پی لائی۔

12 ستمبر 1961ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس وانچو۔ یہ الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف خصوصی اجازت کی اپیل ہے۔ درخواست گزار باپ اور بیٹا ہیں اور پتراسی گاؤں میں رہتے ہیں۔ متوفی سوہن لال بھی اسی گاؤں میں رہتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے 2 دسمبر 1959 کی صبح سورج طلوع ہونے کے بعد قتل کر دیا گیا تھا۔ واقعہ سے تقریبا دو سال پہلے سندر نامی ایک شخص نے متوفی کے خلاف فوجداری مقدمہ درج کرایا تھا۔ اس معاملے میں موجودہ اپیل گزاروں نے متوفی کے خلاف سندر کی مدد کی تھی۔ متوفی کو بری کر دیا گیا۔ ایک چیتر ام اس معاملے میں متوفی کا گواہ تھا۔ بعد میں، توری سنگھ اپیل کنندہ نے چیتر ام پر نیزے سے حملہ کیا اور چیتر ام نے توری سنگھ کے خلاف اس سلسلے میں ایک رپورٹ بنائی۔ سوہن لال اس معاملے میں ان کی مدد کر رہے تھے، اور اس کے نتیجے میں توری سنگھ اور ان کے والد بدھی سنگھ، اپیل کنندگان اور متوفی کے درمیان دشمنی پیدا ہو گئی۔

بتایا جاتا ہے کہ 2 دسمبر 1959 کی صبح متوفی اپنے آپ کو آرام کرنے کے لیے گاؤں کے باہر کھیتوں میں جا رہا تھا۔ وہ ایک ایسے پلیٹ فارم سے گزرے جو گاؤں میں پڑھا جا رہا ہے۔ درخواست گزار پلیٹ فارم پر بیٹھے ہوئے تھے، توری سنگھ اپنے ساتھ پستول لے کر گئے تھے۔ جیسے ہی متوفی پلیٹ فارم سے گزرا، بدھی سنگھ نے توری سنگھ کو گولی مارنے کے لیے اکسایا۔ اس کے بعد توری سنگھ نے سوہن لال پر گولی چلائی جسے کمر کے علاقے میں نشانہ بنایا گیا تھا۔ اس کے بعد سوہن لال اپنے گھر کی طرف بھاگا جبکہ دونوں اپیل گزار فرار ہو گئے۔ اس کے بعد سوہن لال کو پولیس اسٹیشن لے جایا گیا جہاں اس نے اپیل کنندگان کے خلاف رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے تفتیشی افسر کے سامنے بیان بھی دیا اور مجسٹریٹ کے ذریعہ ان کا موت سے پہلے بیان ریکارڈ کیا گیا۔ 3 دسمبر 1959 کو سوہن لال کا انتقال ہو گیا۔ درخواست گزار تفتیش کے دوران فرار ہو گئے تھے۔ ان کی گرفتاری کے بعد ان پر مقدمہ چلایا گیا۔

درخواست گزاروں نے اس بات پر اختلاف نہیں کیا کہ ان کے اور متوفی کے درمیان خون خرابہ تھا لیکن ان کا معاملہ یہ تھا کہ وہ اس قتل کے ذمہ دار نہیں تھے اور ان کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔

اپیل کنندگان کے خلاف بنیادی ثبوت چار گواہوں بابو ناتھ، چھنو، اٹواری اور کھمانی کے بیانات اور مرنے والے کی موت سے پہلے دیے گئے موت کے بیانات پر مشتمل تھے۔ اس معاملے کی سماعت کرنے

والے ایڈیشنل سیشن جج نے بابو ناتھ، اٹواری اور کھمانی کے بیانات اور موت سے پہلے دیے گئے بیانات پر بھروسہ کیا۔ تاہم انہوں نے چنو کے بیان پر بھروسہ نہیں کیا۔ انہوں نے دونوں اپیل کنندگان کو تعزیرات ہند کی دفعہ 302 روڈ اور دفعہ 34 کے تحت قصوروار پایا اور توری سنگھ کو موت کی سزا سنائی کیونکہ وہ وہ شخص تھا جس نے سوہن لال اور بدھی سنگھ کو گولی مار کر عمر قید کی سزا سنائی تھی۔

ہائی کورٹ میں دو اپیلیں تھیں (ان کے دو اپیل کنندگان اور فاضل جج نے بھی سزائے موت کی توثیق کے لیے ریفرنس دائر کیا تھا)۔ مقدمے کی سماعت کے دوران ایک تجویز پیش کی گئی کہ ایک چھڈو قتل کا ذمہ دار ہے، خاص طور پر جب اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے اعتراف جرم کیا تھا۔ حالانکہ، نچلی عدالت نے چیڈو سے پوچھ تاچھ نہیں کی تھی۔ لہٰذا ہائی کورٹ نے انصاف کے مفاد میں چیڈو سے پوچھ گچھ کی اور استغاثہ کے شواہد کے ساتھ ان کے بیان کو بھی مدنظر رکھا تا کہ اپیل کنندگان کے جرم کا فیصلہ کیا جا سکے۔ ہائی کورٹ نے ٹرائل کورٹ کی اس رائے سے اتفاق کیا کہ بابو ناتھ، کھمانی اور اٹواری قابل اعتماد گواہ ہیں اور وہ مرنے والوں کے موت سے پہلے دیے گئے بیانات پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ اس نے چھنو کے ثبوت وں کو بھی قبول کیا جن پر ٹرائل کورٹ نے بھروسہ نہیں کیا تھا۔ اس نے چیڈو کے ثبوت پر غور کیا اور اس کی رائے تھی کہ وہ ثبوت غلط تھا۔ لہذا عدالت نے اپیلوں کو مسترد کر دیا اور ان دفعات میں معمولی ترمیم کرنے کے بعد توری سنگھ کو دی گئی سزائے موت کی توثیق کر دی جس کے تحت سزاؤں کو ریکارڈ کیا گیا تھا۔ اپیل گزاروں کی اپیل کی اجازت کی درخواست مسترد ہونے کے بعد انہوں نے اس عدالت سے خصوصی اجازت حاصل کی۔ اور اس طرح یہ معاملہ ہمارے سامنے آیا ہے۔

ہمارے سامنے اپیل کنندگان کی طرف سے زور دیا جانے والا بنیادی نکتہ یہ ہے۔ اگر کوئی خاکے کے نقشے پر نظر ڈالتا ہے جس پر متوفی کو نشانہ بنایا گیا ہے اور اس کا موازنہ استغاثہ کے گواہوں کے بیانات اور طبی شواہد سے کیا جائے تو یہ انتہائی ناممکن ہوگا کہ متوفی کو جو چوٹ لگی ہے وہ جسم کے اس حصے پر لگی ہو جہاں یہ اصل میں ہوئی ہے۔ اگر مرنے والا نقشے پر نشان زد جگہ پر تھا۔ اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ طبی شواہد کے مطابق باہر نکلنے کا زخم داخلے کے زخم سے زیادہ بلند سطح پر تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گولی بالواسطہ طور پر لگی تھی اور یہ انتہائی ناممکن تھا کہ گولی نیچے سے اوپر کی طرف جسم کے ذریعے گزری ہو، کیونکہ توری سنگھ ایک پلیٹ فارم پر تھا اور اس طرح مرنے والے سے اونچی سطح پر تھا۔

ہماری رائے ہے کہ ان دلائل میں سے کسی کی بھی کوئی طاقت نہیں ہے۔ ہم سب سے پہلے یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر مرنے والا اس جگہ پر ہوتا جس پر اسے چوٹ لگی تھی تو اس بات کا امکان بہت کم تھا کہ مرنے والے کو جسم کے اس حصے پر مارا جائے جہاں اسے چوٹ لگی تھی۔ اس استدلال کی صداقت بنیادی طور پر اس جگہ پر منحصر ہے جسے خاکے کے نقشے کے اقتباسات کے اے۔ 9 پر اس جگہ کے طور پر نشان زد کیا گیا ہے جہاں متوفی کو چوٹیں آئیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ نقشہ بذات خود پیمائش کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ محض ایک خام خاکہ ہے اور اس وجہ سے یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ نقشے پر نشان زد مقام پلیٹ فارم سے بالکل مطابقت رکھتا ہے۔ دوسرے نمبر پر، خاکے کے نقشے پر نشان سب انسپکٹر نے لگایا تھا جو ظاہر ہے کہ اس واقعے کا عینی شاہد نہیں تھا۔ وہ عینی شاہدین کے بیانات لینے کے بعد ہی اسے وہاں رکھ سکتا تھا۔ خاکے کے نقشے پر اس جگہ کی نشان دہی دراصل گواہوں کے بیانات کی بنیاد پر سب انسپکٹر کے نتائج کو ریکارڈ پر لا رہی ہے۔ ہماری رائے میں یہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162 کی دفعات کے پیش نظر قابل قبول نہیں ہوگا، کیونکہ یہ درحقیقت سب انسپکٹر کے بیان سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ عینی شاہدین نے اسے بتایا کہ متوفی اس وقت فلاں جگہ پر تھا جب اسے مارا گیا تھا۔ خاکہ نقشہ اس حد تک قابل قبول ہوگا کیونکہ اس سے ان تمام چیزوں کی نشاندہی ہوتی ہے جو سب انسپکٹر نے خود کو اس مقام پر دیکھا تھا۔ لیکن سب انسپکٹر کو گواہوں کے بیانات کی بنیاد پر خاکے کے نقشے پر لگایا گیا کوئی بھی نشان ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162 کی واضح دفعات کے پیش نظر نا قابل قبول ہوگا کیونکہ یہ تفتیش کے دوران پولیس کو دیئے گئے بیان سے زیادہ نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں ہم بھاگیرتھی چودھری بمقابلہ کنگ شہنشاہ کا حوالہ دے سکتے ہیں، جہاں یہ مشاہدہ کیا گیا تھا کہ گواہوں کے بیانات یا دیگر افراد سے حاصل کردہ معلومات پر مشتمل نقشے جیوری کے سامنے رکھنا، دوسرے افراد سے نقشہ تیار کرنا نامناسب تھا، اور یہ کہ مجرمانہ معاملے میں نقشہ بنانے والے تفتیشی افسر کو اس سے زیادہ کچھ نہیں رکھنا چاہئے جو اس نے خود دیکھا تھا۔ اسی رائے کا اظہار کلکتہ ہائی کورٹ نے ایک بار پھر ابرا اکنڈا بمقابلہ کیس میں کیا تھا۔ شہنشاہ جہاں یہ کہا گیا تھا کہ پولیس تفتیش کے دوران گواہوں سے حاصل کردہ اور نقشے میں درج کی گئی کوئی بھی معلومات متعلقہ گواہوں کے ذریعہ ثابت کی جانی چاہئے نہ کہ تفتیشی افسر کے ذریعہ، اور اگر ایسی معلومات کو تفتیشی افسر کے ثبوت سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو یہ واضح طور پر ناراض ہوگی، ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162 کے خلاف۔

اس عدالت کو موقع ملا کہ وہ ایک ڈرافٹس مین کی جانب سے تیار کردہ اس منصوبے کی قبولیت پر

غور کرے جس میں عینی شاہدین سے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ جرم کے ارتکاب کے وقت حملہ آور اور متاثرین کہاں کھڑے تھے، ڈرافٹس مین نے نقشے میں سانتا سنگھ بمقابلہ سانتا سنگھ کے مقامات کو درج کیا۔ ریاست پنجاب۔ یہ خیال کیا گیا تھا کہ اگر گواہوں نے مسودہ ساز کے اس بیان کی تصدیق کی کہ انہوں نے اسے جگہیں دکھائیں اور ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162 کے تحت اس طرح کا منصوبہ تیار کیا گیا تو یہ قابل قبول ہے۔ اس معاملے میں سب انسپکٹر کے ذریعہ تیار کیا گیا ایک اور خاکہ تھا جسے دفعہ 162 کے تحت ناقابل قبول قرار دیا گیا تھا۔ موجودہ معاملے میں خاکہ سب انسپکٹر نے تیار کیا ہے اور جس جگہ متوفی کو نشانہ بنایا گیا تھا اور وہ جگہ جہاں واقعہ کے وقت گواہ موجود تھے، واضح طور پر گواہوں کے بیانات کی بنیاد پر نقشے پر نشان زد کیا گیا تھا۔ ان حالات میں سب انسپکٹر کو دیے گئے بیانات کی بنیاد پر نقشے پر موجود یہ نشان ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162 کے تحت ناقابل قبول ہیں اور اس کا استعمال اس بات کی کوئی دلیل تلاش کرنے کے لیے نہیں کیا جاسکتا کہ متوفی کو جسم کے اس حصے پر مارا جاسکتا ہے جہاں وہ اصل میں زخمی ہوا تھا، اگر وہ خاکے کے نقشے پر نشان زد جگہ پر کھڑا تھا۔

تاہم ہمیں ابھی درخواست گزاروں کی جانب سے اس دلیل کا جائزہ لینا ہے کہ اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ متوفی کو جسم کے اس حصے پر مارا گیا ہوگا، جس میں خاکہ نقشہ اور سب انسپکٹر کے نشانات کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ گواہوں کا ثبوت یہ تھا کہ جب متوفی کو مارا گیا تھا تو وہ اس کا سامنا کر رہا تھا یا کاسٹ کی طرف جا رہا تھا اور اس وجہ سے اس بات کا امکان بہت کم تھا کہ اسے پیٹھ کے بائیں طرف مارا جائے گا جہاں اسے اصل میں مارا گیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر متوفی پلیٹ فارم کے مغرب یا شمال مغرب کی طرف تھا جب اسے نشانہ بنایا گیا تو اس کے پیٹھ کے علاقے کے بائیں طرف ٹکرانے کے امکانات بہت کم ہوں گے۔ لیکن اگر وہ پلیٹ فارم کے مشرق یا شمال مشرق کی طرف ہوتا تو یہ صرف اتفاق کی بات ہوتی اگر اسے پیٹھ کے علاقے کے اوپری حصے یا دائیں طرف مارا جاتا، اور اگر وہ پلیٹ فارم کے مشرق یا شمال مشرق کی طرف تھوڑا سا ہوتا تو دلیل اپنی پوری طاقت کھو دیتی۔ لہذا آئیے اس سلسلے میں گواہوں کے دلائل پر نظر ڈالتے ہیں۔ بابو ناتھ نے بتایا کہ متوفی پلیٹ فارم سے مشرق کی طرف 5 یا 6 میل کے فاصلے پر تھا اور مشرق کی طرف تھا جبکہ اپیل کنندہ سوہن لال کے مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایسا ہے کہ یہ صرف اتفاق کی بات ہے کہ مرنے والے کو پیٹھ کے علاقے کے بائیں طرف یا دائیں طرف سے حملہ ہوگا یا نہیں۔ چھنو نے بتایا کہ متوفی پلیٹ فارم سے گزرا تھا اور جب اسے گولی ماری گئی تو وہ 5 یا 6 قدم

آگے بڑھ چکا تھا اور اس وقت وہ مشرق کی طرف تھا۔ نقشے سے پتہ چلتا ہے کہ مشرق کی طرف ایک تالاب تھا اور متوفی واضح طور پر اس تالاب کی طرف جا رہا تھا۔ لہٰذا چھنو کے شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ جب گولی چلائی گئی تو مرنے والا پلیٹ فارم کے شمال مشرق کی طرف تھا اور اگر ایسا ہوتا تو اسے پیٹھ کے دونوں طرف سے مارا جا سکتا تھا۔ اٹواری نے بتایا کہ متوفی پلیٹ فارم سے جا رہا تھا اور اسے اس وقت مارا گیا جب وہ پلیٹ فارم سے کچھ دور چلا گیا تھا۔ انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ متوفی کس طرف جا رہا تھا، چاہے وہ شمال کی طرف جائے یا مشرق میں۔ لہذا اس کے ثبوت کو یہ ظاہر کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے کہ متوفی کو پیٹھ کے علاقے کے بائیں طرف نشانہ نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ خمانی نے بتایا کہ متوفی پلیٹ فارم سے 5 یا 6 قدم آگے بڑھا اور حملہ آور کے مشرق کی طرف تھا۔ اگر ایسا ہے تو کچھ بھی ناممکن نہیں ہوگا اگر گولی پیٹھ کے علاقے کے بائیں طرف لگی۔ لہذا عینی شاہدین کے شواہد میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ پلیٹ فارم سے فائر کی جانے والی گولی کے لئے متوفی کو پیٹھ کے بائیں طرف کاٹنا تقریبا ناممکن تھا۔ لہٰذا اس معاملے کے اس پہلو پر پوری دلیل ناکام ہونی چاہیے کیونکہ ہم نے اوپر جن گواہوں کا مشاہدہ کیا ہے، ان سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ متوفی کی پوزیشن ایسی تھی کہ اسے پیٹھ کے بائیں جانب نشانہ نہیں بنایا جا سکتا تھا۔

اس سلسلے میں دوسری دلیل یہ ہے کہ طبی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ باہر نکلنے کا زخم داخلے کے زخم سے زیادہ اونچا تھا، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ گولی نیچے سے اوپر کی طرف گئی ہوگی۔ عینی شاہدین اس بارے میں کافی حد تک متفق نہیں ہیں کہ گولی توری سنگھ نے اس وقت چلائی تھی جب وہ پلیٹ فارم پر بیٹھے تھے یا پلیٹ فارم پر کھڑے تھے یا پلیٹ فارم سے اترنے کے بعد۔ ہائی کورٹ نے تسلیم کیا ہے کہ گولی اس وقت چلائی گئی تھی جب توری سنگھ پلیٹ فارم پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس لئے ہائی کورٹ کے مطابق اس بات کے امکانات تھے کہ گولی جسم کے ذریعے اوپر کی طرف سفر کرے گی۔ لیکن اس کے علاوہ طبی شواہد یہ نہیں ہیں کہ گولی جسم کے ذریعے سیدھی لکیر میں سفر کرتی ہے۔ اگر طبی شواہد یہ ہوتے کہ گولی جسم میں داخل ہونے کے زخم سے لے کر باہر نکلنے کے زخم تک سیدھی لکیر میں سفر کرتی تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ گولی کا راستہ نیچے سے اوپر کی طرف تھا۔ تاہم ڈاکٹر کا ثبوت یہ ہے کہ جسم کے ذریعے گولی کی نقل و حرکت بہت زیادہ تھی۔ لہٰذا، وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ گولی لازمی طور پر نچلی پوزیشن سے چلائی گئی ہوگی جہاں سے وہ ڈی-لیس کے جسم سے ٹکرایا تھا۔ یہ اس حقیقت کے علاوہ ہے کہ کسی گولی کو ٹشوز اور خاص طور پر ہڈیوں سے مزاحمت کی وجہ سے جسم میں داخل ہونے پر روکا جا سکتا ہے اگر وہ راستے میں کسی ہڈی سے ملتی ہے۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس معاملے

میں گولی چلائی گئی تھی اور ہائی کورٹ نے جو تضادات دیکھے ہیں وہ ہماری رائے میں گواہوں کی طرف سے دیے گئے ثبوتوں کی قدر کو متاثر نہیں کریں گے۔

اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ گواہوں پر یقین نہیں کیا جانا چاہئے تھا کیونکہ وہ جانبدار یا موقع ی گواہ تھے۔ خاص طور پر اس بات پر زور دیا گیا کہ ہائی کورٹ نے چھنو پر بھروسہ کرنے کے لئے ٹھوس وجوہات نہیں دی ہیں جن پر ٹرائل کورٹ نے بھروسہ نہیں کیا تھا۔ چھنو کے ثبوت وں کو چھوڑ دیں تو ہمارے پاس اب بھی اسی گاؤں سے تعلق رکھنے والے تین دیگر گواہوں کے ثبوت موجود ہیں جنہوں نے اس بات کی وجہ بتائی ہے کہ وہ اس مقام کے قریب کیوں موجود تھے حالانکہ وہ کچھ فاصلے پر رہتے ہیں۔ ان تینوں گواہوں پر ٹرائل کورٹ کے ساتھ ساتھ ہائی کورٹ نے بھی بھروسہ کیا ہے اور ہمیں دونوں عدالتوں کے ذریعہ ان کے ثبوتوں کے تخمینے سے اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہے۔ نہ ہی آپ کو اس کیس میں موت سے پہلے دیے گئے بیانات کی قیمت کے بارے میں دونوں عدالتوں کے تخمینے سے اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نظر آتی ہے۔

جہاں تک چھڈو کے ثبوت کا تعلق ہے، ہم ہائی کورٹ کے اس اندازے سے اتفاق کرتے ہیں کہ توری سنگھ کا کزن ہونے کی وجہ سے اسے اعتراف جرم کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ وہ ایسا تقریبا بغیر کسی سزا کے کرسکتا تھا، کیونکہ استغاثہ کا مقدمہ یقینی طور پر یہ تھا کہ حملہ آور صرف دو اپیل گزار تھے اور کوئی اور نہیں تھا۔ اس سلسلے میں جس واحد ثبوت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ موت سے پہلے دیے گئے بیان میں متوفی کا بیان ہے کہ چیڈ و توری سنگھ کا چچا زاد بھائی تھا (سابق کا – 8 دیکھیں)۔ یہ واضح نہیں ہے کہ متوفی نے ایسا کیوں کہا۔ لیکن کسی بھی صورت میں اس سے یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ متوفی نے اس کا نام اس لیے رکھا تھا کیونکہ وہ وہی شخص تھا جس نے اسے گولی ماری تھی۔

ان حالات میں، جب دونوں عدالتوں نے تین عینی شاہدین کے ثبوتوں اور موت سے پہلے دیے گئے بیانات کو قبول کرلیا ہے، ہماری رائے میں ان کے اس نتیجے میں مداخلت کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ واقعہ استغاثہ کے الزام کے مطابق ہوا تھا۔ لہذا اپیل کنندگان کی سزا کو برقرار رکھا جانا چاہئے۔

آخر میں، یہ زور دیا گیا کہ ہم توری سنگھ کی سزا کو عمر قید میں کم کرنے پر غور کر سکتے ہیں کیونکہ اس نے اپنے والد کے اثر ورسوخ کے تحت کام کیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ توری سنگھ نے متوفی کو اس کے والد کے اکسانے پر گولی ماری تھی۔ لیکن وہ 25 سال کا بالغ آدمی ہے اور شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ بی اپنے والد کے ساتھ پستول کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ظاہر ہے کہ باپ اور بیٹے کے درمیان قتل کی منصوبہ بندی کی گئی ہوگی، کیونکہ وہ بظاہر توقع کر رہے تھے کہ متوفی صبح کے وضو کے سلسلے میں اسی راستے سے گزرے گا۔ توری سنگھ کو نوعمری میں ایک نوجوان لڑکا نہیں مانا جا سکتا جو مکمل طور پر اپنے والد کے زیر اثر ہوگا، اور ان حالات میں ہمیں ٹرائل کورٹ کی طرف سے دی گئی موت کی سزا اور ہائی کورٹ کے ذریعہ توثیق کردہ موت کی سزا میں مداخلت کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہے۔ اپیل ناکام ہو جاتی ہے اور اس کے ذریعے خارج کر دی جاتی ہے۔

اپیل خارج کر دی گئی۔

Sheikh Javiad Alam
2024.06.12 15:08
I am the author of this document